شاہ لطیف بھٹائی رح

شمس العلماء ڈاکٹر عمر بن داؤد پوتا

(سندھی سے ترجمہ)

عبدالعزیز خطیب رحمانی

قرآن حکیم ایک مقدس کتاب ہے، سرچشمہ علم و عرفان ہے، بلا شبہ وحیٔ الٰہی ہے جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کریم پر نازل ہوا جس کا مقصد وحید عالم انسانیت کے لئے ہدایت و فیضان ہے، قرآن حکیم مجموعہ ہے، الفاظ کا جس کے جاننے والے حفاظ کہلائے، مجموعہ ہے معانی کا جس کے جاننے سمجھنے والے علماء کہلاتے ہیں، نیز قرآن حکیم مجموعہ ہے آثار کا جس کے حامل اولیاء اللہ گردانے جاتے ہیں، دوسرے الفاظ میں حافظ قرآن، ''صاحب لفظ،، ہوتا ہے، عالم قرآن، ''صاحب معنیٰ،، ہوتا ہے اور عامل قرآن، ''صاحب اثر،، ہوتا ہے،

''اثر،، کی دو قسمیں ہیں، سلبی، اور ایجابی نیز ''اثر،،کا انحصار صحبت پر ہے اگر اخیار کی صحبت اختیار کی جائے گی تو خیر مرتب ہوگا، اس کے برعکس ہو تو شر موثر ہوگا، کیوں کہ الصحبۃ موثر، صاحب اثر، یا صاحب نظر، ولی ہوتا ہے، یہ ممکن ہے ایک شخص حافظ بھی ہو، عالم بھی ہو اور ولی بھی ہو لیکن یہ ناممکن ہے کہ جو نرا حافظ ہو وہ ولی بھی ہو، کیوں کہ لفظ بغیر معنیٰ کے بے کار ہے اور معنی بغیر اثر کے نادر الوجود،

قرآن حکیم میں اولیاء الرحمٰن جن معانی میں آیا ہے اس سے مراد مروجہ اصطلاح اہل تصوف نہ لی جائے کہ ولی ہر اس شخص کو کہا جاتا ہے جس سے غیر معمولی کراماتیں صادر ہوں، بلکہ ولی اور عارف کامل سے ہماری مراد اور مفہوم ایسی شخصیت ہے جو خداپرستی اور نیکوکاری کے خوبصورت

سانچے میں ڈھلی ہو اور اسلام ، ایمان، اور احسان کے مرحلہ ہائے شوق کو بخوبی طے کر کے ''تخلقوا باخلاق اللہ،، کے رنگ میں رچی بسی ہو، جس کی نگہ کی تیغ بازی سے ہمارے دل و نگاہ کا زاویہ بدل جائے اور جس کی خدا دوستی، خدا طلبی اور خدا اعتمادی سے اور اس کی شرف صحبت سے اس کی شخصیت کی خوشبوئے خدا پسندی سے ہم اپنی اصلاح کرسکیں ۔

آج ہم سرزمین سندھ کے حافظ قرآن، عالم معانی و معارف قرآن نیز صاحب اثر، عارف کامل حضرت شاہ سید عبداللطیف بھٹائی رحمۃاللہ علیہ کا ذکر خیر کررہے ہیں تاکہ ہم ان کی غیر معمولی اور عظیم شخصیت کی روشنی سے زندگی کی نمود میں مہمیز کا کام لے سکیں اور زندگی میں جو ذوق سفر کا دوسرا نام ہے ہم شوق طلب میں آگے قدم بڑھا سکیں ۔

شاہ لطیف رح بھٹائی کا خاندانی سلسلہ یہ ہے کہ سید عبد اللطیف رح بن سید حبیب بن سید عبدالقدوس بن سید جمال بن سید عبدالکریم رح بلڑی والے بعض مؤرخ کہتے ہیں کہ شاہ صاحب سید عبدالکریم بلڑی والوں کے پوتے تھے، اور بعض کی رائے ہے کہ پڑپوتے تھے، بہر صورت اس میں شک نہیں کہ شیخ سید عبدالکریم بلڑی والے بزرگ، پرہیزگار اور متدین انسان تھے، مٹیاری، سے ہالہ میں تشریف لائے، حضرت مخدوم نوح رحمۃاللہ علیہ سے روحانی رابطہ خاصا استوار رہا، اس کے بعد بلڑی کے مقام پر مستقل سکونت فرمائی ،

حضرت شاہ عبدالکریم (بلڑی) کے تین بیٹے تھے سید وارث رح، سید واسع، اور شاہ حبیب رح، شاہ حبیب جب بڑے ہوئے تو اپنا آبائی گاؤں چھوڑ کر ہالہ تحصیل میں مقام ''وسن،، کے قرب و جوار میں آن کر آباد ہوئے، اور ان ہی کے نام سے یہ گاؤں مشہور ہوا، اب اس بستی کے کھنڈرات ہی دکھائی دیتے ہیں، یہاں ان کے گھر ۱۱۵۲ھ بمطابق ۱۶۹۰ع میں ایک فرزند پیدا ہوا، جن کا نام نامی سید عبداللطیف تجویز کیا گیا ۔ یہ بقول اہل سندھ ''جائیندی

جام،، (پیدائشی طور پر ھی وہ سردار تھے) ولادت سے لے کر عنفوان شباب تک شاہ صاحب غیر معمولی فوق الفطرت تصرفات و کرامات کے امین اور اسرار و رموز الھیہ کے حامل تھے۔

شاہ لطیف ابتداء شعور ھی سے خلوت پسند، کم آمیز، اور دیر آشنا تھے۔ وہ عشق مولائے کریم میں ھمیشہ سرشار و مدھوش رھتے تھے، صحو کی بجائے سکر و جذب کا غلبہ رھا کرتا تھا، اور کیف و مستی کے عالم میں رھا کرتے تھے، عشق الھی آپ کی گھٹی میں ازل سے پڑا ھوا تھا۔ طبیعت کی یہ بے قراری اور کرب انھیں اشیاء کی معرفت اور روحانی رازوں کے حل و کشایش میں سرگرم رکھتی اور آپ خدائے بزرگ و برتر سے محبت کے ساتھ اس کی مخلوق سے محبت فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ یہ ایک تاریخی حقیقت ھے کہ شاہ عبداللطیف رح جوانی کے عالم میں مرزا بیگ (مغل) کی صاحبزادی حسین دوشیزہ کے زلفوں کے اسیر ھوئے، وہ تحصیل ھالہ میں سانگڑی نہر کے کنارے رھتی تھی، شاہ صاحب کا یہ مجازی معاشقہ جو اک دن حسن حقیقت کی طلب گاری اور وارفتگی کا پیش خیمہ تھا، دن دونی رات چوگنی ترقی پر تھا، آخر شاہ صاحب کے ذھن میں تجویز آئی کہ اس فتنہ پرداز، خوب رو، حسینہ کے والد مرزا بیگ سے اس کا رشتہ طلب کیا جائے۔ چنانچہ رشتہ طلب کیا گیا لیکن مرزا بیگ نے جو کلھوڑوں کے عہد سے قبل حکومت کرتا تھا، اپنے تمول اور ثروت پر گھمنڈ کی بناء پر اس نے اس رشتہ کو ناپسند کیا اور شاہ صاحب کی عسرت و افلاس سے بھر پور زندگی پر الٹا خندہ زن ھوا، اس نے رشتہ کرنے سے صاف انکار کردیا۔

یہ روایت مشہور زبان زد خاص و عام ھے کہ شاہ صاحب نے سانگڑی لب جو کے کنارے ایک ریت کے ٹیلے پر ڈیرہ ڈال دیا، اور وھیں کچھ عرصہ عالم سوز و ساز میں گذارے، کسی کو بھی ان اسرار الھیہ کی خبر تک نھیں

تھی، البتہ ایک گڈریا ''جام،، نامی شاہ صاحب کی خدمت اقدس میں آیا جایا کرتا اور خدمات بجالاتا، شاہ صاحب نے اپنی اسی ابتدائی دور کی واردات اور کیفیات قلبی کو اپنے اشعار میں اس کچھ انداز سے بیان کیا ہے ۔ ''کہ یہ شب و روز میرے لئے جانکاہ ثابت ہوئے ہیں، میں نے خون جگر پی کر اور خون کے آنسو رو رو، کر اس راہ عشق کی صعوبتوں اور تکالیف کا مقابلہ کیا ہے، اس راہ محبت کی مشکلات، ابتداء عشق میں بہت بڑی نظر آتی ہیں،

لیکن اب میں ان مصائب و آلام کا خوگر ہو چکا ہوں اور اب ایسا محسوس ہوتا ہے گویا کہ یہ تو معمولی کانٹے ہیں جن کی چبھن کا کوئی خاص احساس بھی نہیں ہوتا، جب تک مجھ میں سانس ہے میں اپنے محبوب کی طلب گاری اور جستجو سے باز نہیں آوں گا ۔،،

شاہ بھٹائی کے والد ماجد سید حبیب شاہ صاحب رح انہیں سانگڑی نہر کے کنارے اس ٹیلے سے جہاں شاہ صاحب نے قیام کیا تھا واپس لائے اور انہیں جو حالت جذب میں گرد و غبار سے اٹے ہوئے تھے غسل کرایا، اس اثناء میں شاہ صاحب سے غیر معمولی فارق عادات کرامات صادر ہوئیں اور شاہ صاحب نے اپنی معنوی اور روحانی تصرفات سے مخلوق کی بے لوث خدمت کی۔ وہ کلمۂ حق کی سربلندی کے لئے اس راہ خدا طلبی و حق پرستی کے مصائب و تکالیف سے دو چار ہونے کے باوجود ثابت قدم ،صاحب استقامت، اور اولی‌العزم رہے ۔ وہ اپنی شان استغناء کی وجہ سے اهل دولت، اهل هوس سے بے نیاز ہوکر اهل دل کے زمرۂ لایحزنون کے نمائندے بن گئے اور خلق خدا کو فیضان پہنچاتے رہے اور رشد و ہدایت کا یہ سر چشمہ آپ‌رح کی وفات کے بعد آپ‌رح کے عارفانہ کلام ''شاہ‌رح جو رسالو،، کے ذریعہ تا ہنوز جاری ہے ۔

مہران کی سرسبزو شاداب وادی کے گل سرسبد شاہ لطیف بھٹائی کے اشعار، کافیوں اور ابیات کا یہ علمی تحفہ ''شاہ جو رسالو،، کے نام سے مشہور

ہے۔ موصوف کے خادم اور مرید خاص فقیرتمر نے جو کاتب خاص بھی تھا، ان کا کلام قلمبند کیا ہے، تمر فقیر کے علاوہ شاہ صاحب کے ایک اور مزاج شناس مرید سیدبلال نامی بھی تھے۔ جنھیں انھوں نے اپنا متبنیٰ بنایا تھا، اور وہ ھمہ وقت آپ کی خدمت میں مشغول رہتے تھے۔ سید بلال بھٹ شاہ سے دو میل کے فاصلے پر سانگڑی نہر کے کنارے رہا کرتے تھے۔ یاد رہے کہ شاہ صاحب لاولد تھے، جہاں تک شاہ صاحب کے حقائق و معارف سے بھرپور کلام، شاعری کے فروغ اور مقبولیت کا تعلق ہے۔ شاہ صاحب کے ''شاہ جو رسالو،، کی غیر معمولی مقبولیت اور ھر دل عزیزی نے عوام و خواص کے دلوں کو موہ لیا، خصوصاً سرزمین سندھ، کے عوام ھاری، کاشتکار، زمیندار نیز علماء اور اھل نظر کے علاوہ عوامی، علاقائی گیتوں کے روپ میں فنکاروں اور قوالوں نے اسے محافل سماع کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ پھیلایا،

یہی وجہ ہے کہ شاہ صاحب کا عارفانہ اور درویشانہ کلام جس کا ھر بول محبت کے کیف اور عشق کی حلاوت میں ڈوبا ھوا ہے۔ دکھی دلوں کے درد کا مرھم ہے، خصوصاً مضافات سندھ کے ھر بچے، بوڑھے اور جوان کو ازبر ہے یہاں تک کہ تھرپارکر کے چولستانی علاقہ میں بکریاں چرانے والے گڈریوں، بھیڑوں کے چرواھوں اور اونٹوں کے ساربانوں تک کو ان کا کلام یاد ہے، اور انسانی قلوب پر پتھر کی لکیر بنا ھوا ہے۔

شاہ صاحب رح ممدوح چونکہ لاولد تھے۔ اور آپ کی معنوی اولاد، مریدین و معتقدین کے سوا کوئی ظاھری اولاد نہ تھی۔ اس لئے آپ کے بعد آپ کی خانقاہ کے مسندنشین سید جمال شاہ کے خاندان سے ھوئے جو شاہ حبیب رح کے بھتیجے تھے۔

ایک مشہور کرامت :

شاہ لطیف بھٹائی جب بھٹ میں اپنے مریدین و متوسلین کے ساتھ مستقل

طور پر مقیم ہوئے تو آپ کے حلقہ کے فقراء اور درویش راگ الاپتے، طنبورے اور دیگر سازوں سے اپنی جمیعت خاطر کا سامان بہم پہنچاتے، ان راگ رنگ کی مجالس کا علم، نگر ٹھٹھہ کے مفتیٔ اعظم مخدوم معین‌الدین رح کو ہوا، (جو ''مخدوم ٹھارو،، کے نام سے مشہور تھے،) تو مخدوم ٹھٹھوی رخت سفر باندھ کر حضرت شاہ صاحب کے آستانہ اقدس پر حاضر ہوئے کہ شاہ صاحب کو ''سماع،، سے (جس کا بنیادی عنصر موسیقی ہے جو بقول مولانا ابوالکلام آزاد شرعاً جائز اور قانوناً منع ہے، بحوالہ مکاتیب ''غبارخاطر،،) روکیں، یہ بات شاہ صاحب کو کشف سے معلوم ہوگئی تو انھوں نے اپنے مریدین سے فرمایا کہ مفتی مخدوم ٹھارو، نگرٹھٹھہ سے فتویٰ داغنے آرہے ہیں لہذا سب مزامیر، طنبورے اور اور آلات موسیقی آپ نے محفل خانے سے اٹھوا کر ایک کمرے میں رکھوا دئے اور تالا لگوا دیا، جب مخدوم‌ٹھارو وہاں آئے تو اس نے اس کمرہ میں سے سازوں کی آواز محسوس کی، پوچھا ساز کون بجارہا ہے! شاہ صاحب نے فرمایا، ''جب شکستہ دل اور ع کسے کہ کشتہ نشد از قبیلهٔ ما نیست، قسم کے لوگ آپس میں باہم مل کر غم‌گساری کرتے ہیں تو تب لکڑیاں بھی آہ و فغاں کرتی ہیں ''یاکریم یاکریم،، اور جان کی رگیں بھی ''تو ہی تو،، کا ذکر کرتی ہیں، وہی آہ و فریاد کرتے ہیں جو کافی عرصہ جدائی کے بعد آپس میں ملے ہوں، شکستہ دل اللہ‌تعالیٰ کے سچے عاشق ہیں جو شکایت کرتے ہیں مگر جس درد سے اُن کے دل بھرے ہوئے ہیں اس کا اظہار نہیں کرتے وہ اپنے دل کا دھواں، بھاپ اور بھڑاس بھی نہیں نکالتے، محض سوز و عشق کے عالم میں اپنے مقصود کی طلب میں مشغول ہیں،،۔

شاہ صاحب‌رح کے ان الفاظ نے مخدوم ٹھارو کے دل پر ایک عجیب اثر ڈالا اور وہ شاہ صاحب‌رح کے مرید ہوگئے۔ مخدوم معین‌الدین ٹھٹھوی اور شاہ صاحب تقریباً ہم عمر تھے۔

جب شاہ لطیف صاحب‌رح جوان تھے تو آپ ٹھٹھہ جاکر مخدوم موصوف کا

وعظ سنا کرتے تھے، شاہ صاحب اکثر سامی فقراء کا لباس زیب‌تن فرمایا کرتے اور پسند فرماتے،

شاہ صاحب نے ۶۳ تریسٹھ برس کی عمر میں وفات پائی اناللہ واناالیہ راجعون ـ حالانکہ آپ کسی مرض میں مبتلا نہیں ہوئے، تاھم آپ نے وصیت فرمائی کہ مجھے بھٹ میں دفن کیا جائے اور اسی گنبد والی مسجد کے قریب جس کی تعمیر شاہ صاحب نے خود اپنے ھاتھوں سے کی تھی آپ مدفون ہوئے ـ سکھر کے مشہور حاکم رازی عیدن نے غلام شاہ کلہوڑے کے حکم سے شاہ صاحب کا مقبرہ تیار کرایا، (۱۱۶۷ھ بمطابق ۱۷۵۳ء) دوسری قبریں آپ کے خاص خدام اور فقراء کی ھیں، اور آپ کے خاندان کی قبریں بھی آپ کے مزار مقدس کے قریب ھیں ـ خیرپورمیرس کے لونگ فقیر نے (جو شاہ صاحب کا خاص عقیدت مند اور مرید تھا) بھٹ شاہ میں ایک کنواں کھودوایا ھے اس کے بعد شاہ صاحب کے سجادہ نشینوں کے علاوہ سندھ کے میروں اور رئیسوں نے فقراء اور زیارت کرنے والوں کے لئے رھاھش‌گاھیں، بنوائی ھیں ـ

الغرض شاہ صاحب غیر معمولی خوبیوں اور بڑی صفات حمیدہ کے سالک تھے آپ کا عارفانہ کلام انسانی زندگی کے لئے ایک مستقل پروگرام اور پیغام ھے ـ جس میں انسانی اور اخلاقی قدروں کی تکمیل کرنے پر زور دیا گیا ھے ، چونکہ شاہ صاحب نظریہ وحدۃالوجود کے قائل تھے اس لئے ان کا کلام خدا پرستی اور نیکو کاری کے ساتھ ساتھ انسانیت دوستی کی بھی دعوت دیتا ھے، اور ھر قسم کے مذھبی تعصب، تنگ نظری اور منافرت سے بلند و بالا ھے ـ ان کا کلام انسانوں سے باھمی خلوص و محبت نیز ھمدردی پر آمادہ کرتا ھے ـ نیز ان کے کلام اور پروگرام کا تعلق نہ کسی عارضی دور سے تھا نہ ھی کسی خاص حلقہ اثر سے متعلق تھا، بلکہ بقول ڈاکٹر ایچ ـ ٹی شورلی ”شاہ لطیف کا کلام اس قابل ھے کہ اس سے ھر شخص فائدہ اٹھائے“ ـ

لیکن افسوس ہے کہ شاہ صاحب کا کلام جس زبان سندھی میں ہے اس زبان کے جاننے والے تک شاہ صاحب کی تعلیمات اور ان کے عارفانہ کلام کی عظمتوں سے ابھی تک بے بہرہ ہیں ، اب ہم آخر میں شاہ صاحب رح کے کچھ ملفوظات درج کرتے ہیں ۔

ملفوظات شاہ لطیف بھٹائی رح :

دغا اور مکر و فریب سے دور رہو، وگرنہ تم محض نام کے مسلمان کہلاؤ گے، جھوٹ کبھی بھی نہ بولو، اپنے دوستوں کے گھر باربار مت جاؤ کیوں کہ یہ ہلکا پن اور تمہاری عزت و وقار کے خلاف ہے ۔ یہ پڑوسیوں کے لئے بے محل گفتگو کا موقع بہم پہنچانا ہے ۔

یہ دنیا فانی ہے، بالآخر رب واحد ہی کی طرف لوٹنا ہے، اس لئے دنیا کی عارضی لذتوں پر ریجھ کر تم آخرت کو فراموش نہ کردو، اس دنیا میں زبانی طور پر ہر شخص تمہارا دوست کہلاتا ہے، لیکن آڑے وقت میں وہ ساتھ چھوڑ دیتا ہے کیونکہ اس زمانے میں خلوص اور قربانی کا مادہ لوگوں میں مفقود ہو گیا ہے ۔ اگر تم چاہتے ہو کہ شہرت اور ناموری ترک کرکے سرخ رو اور کامیابی سے ہم کنار ہوکر اس دنیا سے سدھارو، تو خودغرضی اور بغض و کینہ سے اپنا دل پاک رکھو۔

دنیا میں زندہ رہ جتنا وقت تمہیں ملتا ہے اسے ضائع مت کرو، بلکہ اپنے دینی اور دنیاوی فرائض بجا لاؤ، گذرا ہوا وقت دوبارہ لوٹ کر نہیں آتا، اس لئے اپنا فرض وقت پر سر انجام دیتے رہو، تاکہ پچھتاوے کے دن (روز حشر) تمہیں پچھتانا نہ پڑے، دعا اور عبادت اگر تم کثرت سے نہیں کر سکتے تو تھوڑی ہی کرلیا کرو، یہ غفلت اچھی نہیں ہے، برے لوگوں کی صحبت سے کنارہ کش رہو، وگرنہ بروں کی بری عادتیں اپنا کر تم بھی ان ہی جیسے ہو جاؤ گے، مصائب و آلام میں بلند حوصلہ رہو، اور صبر و بردباری سے کام لو، گھبرانے

سے کام بگڑ جاتے ھیں ۔ مصیبت زدہ کی وھی مدد کرتا ھے، جس میں جذبہ ایثار و قربانی بھرا ھو، اور بنی نوع انسان کی بے لوث خدمت کا مادہ رکھتا ھو وگرنہ عام طور پر سب لوگ اپنے ذاتی مفاد ھی کے لئے کوشاں ھیں ۔

قضاو قدر کے سامنے انسان بے بس ھے، تقدیر کے آگے تدبیر بےکار ھے، اللہ تعالیٰ کی جانب سے جو بھی عطا ھو اس پر راضی برضاء رھو، حسب و نسب اور اپنی نسل پر فخر نہیں کرنا چاھئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی کو بھی فضیلت اور رتبہ جسے چاھے بخش دے وہ قادر مطلق اور غالب کل ھے ۔